شرمانے کی ضرورت نہیں

عباس مہکری

پاکستان کے دینی مدارس کے بارے میں مغربی دنیا انتہائی غلط فہمیوں کا شکار ہے، ان کی وجہ سے مغربی ذرائع نے منفی پروپیگنڈہ کے ذریعے عالم اسلام کی پہلی جوہری طاقت پاکستان کا امیج خراب کرنے کی قابل افسوس کوشش کی ہے، یہ تاثر دیا گیا ہے کہ دینی مدارس انتہا پسندی اور بنیاد پرستی کی تعلیم دیتے ہیں اور دہشت گرد پیدا کرتے ہیں حالانکہ کسی بھی حوالے سے یہ تاثر درست نہیں ہے اس پروپیگنڈے کی بنیاد یکطرفہ اور متعصبانہ سوچ ہے لیکن مغربی دنیا نے جو ذہن بنالیا ہے اس کے سبب پاکستان کے لیے زبردست مشکلات سے نکلنے کا واحد طریقہ یہ ہے کہ پاکستان کے ارباب اقتدار اور ذمہ دار لوگوں کو دفاعی اور معذرت خواہانہ رویہ اختیار کرنے کی بجائے ان غلط فہمیوں کو دور کرنا چاہیے اور حقیقت حال کو واضح کرنا چاہیے۔ اسٹیٹ بینک آف پاکستان کے گورنر ڈاکٹر عشرت حسین نے اگلے روز واشنگٹن میں ایک سیمینار سے خطاب کرتے ہوئے اس ضمن میں ایک قابل ستائش کوشش کی ہے اور دینی مدارس سے متعلق مثبت پہلوؤں کو اجاگر کیا ہے انھوں نے اپنے خطاب میں کہا کہ پاکستان کے دینی مدارس متوازن تعلیم دے رہے ہیں، مغربی دنیا میں ان مدارس کے بارے میں انتہا پسندی اور بنیاد پرستی کا تاثر درست نہیں ہے اور نہ ہی ان مدارس کا کسی خاص مکتبہ فکر سے تعلق ہے۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ دینی مدارس کے بارے میں اچانک منفی پروپیگنڈہ کیوں شروع کر دیا ہے حالانکہ یہ اس زمانے سے قائم ہیں جب سے برصغیر میں اسلام کی روشنی پھیلنا شروع ہوئی تھی، امریکہ اور اس کے حواری مغربی ممالک کو ان دینی مدارس پر اس وقت بھی اعتراض نہیں تھا جب وہ افغانستان میں سوویت یونین کے خلاف برسرپیکار تھے اور ان مدارس کے طلباء کو اشتراکیت کا مقابلہ کرنے کے لیے ہراول دستوں کے طور پر استعمال کر رہے تھے یہاں تک کہ افغانستان میں طالبان کی حکومت قائم ہوگئی جیسے ہی سوویت یونین کا شیرازہ بکھرا اور سرد جنگ کا خاتمہ ہوا مغرب نے اپنا رویہ تبدیل کرلیا اور عالمی سرمایہ دارانہ نظام کی حامی قوتوں نے ایک نیا محاذ کھول لیا اور عالم اسلام کو اچانک اپنا حریف اور دشمن قرار دیدیا، دینی مدارس کے خلاف مغربی ذرائع ابلاغ کا پروپیگنڈہ دراصل اسی اسلام اور مسلمان دشمنی کا نتیجہ ہے گیارہ ستمبر کے واقعات کے بعد اس پروپیگنڈے میں خاص طور پر شدت آگئی ہے، مسلم ممالک کے حکمراں اس پروپیگنڈے کے دباؤ میں آکر معذرت خواہانہ رویہ اختیار کرنے پر مجبور ہیں، پاکستان کو خصوصاً اس پروپیگنڈے کا شکار بنایا گیا ہے جہاں ان دینی مدارس کی تعداد دیگر مسلم ممالک کی نسبت سب سے زیادہ زیر بحث لایا جاتا ہے، گزشتہ دنوں

امریکی سفیر کے علاوہ ناروے اور دیگر ممالک کے وفود نے دینی مدارس کے دورے کیے اور ان کے بارے میں رپورٹیں مرتب کیں۔ کچھ رپورٹیں منظر عام پر بھی آئی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اس حوالے سے مغرب کی آراء درست نہیں ہیں۔

اس وقت پاکستان کے دینی مدارس کے مختلف بورڈز میں تقریباً ۱۳ ہزار مدارس رجسٹرڈ ہیں جن کے فارغ التحصیل طلبا و طالبات کو ڈگریاں دی جاتی ہیں، اتحاد تنظیمات مدارس دینیہ کے ذرائع کے مطابق ملک بھر میں لگ بھگ چالیس ہزار چھوٹے بڑے مدارس ہیں جہاں لاکھوں طلبا و طالبات کو دینی تعلیم دی جاتی ہے مغربی دنیا نے ان دینی مدارس کے بارے میں چاہے جو بھی رائے قائم کی ہو لیکن ان کی مختلف رپورٹس میں اس حقیقت کا بہر حال اعتراف کیا گیا ہے کہ یہ مدارس دنیا کی سب سے بڑی این جی او یعنی غیر سرکاری تنظیم ہیں جو بیک وقت لاکھوں بچوں کو نہ صرف تعلیم دیتی ہیں بلکہ ان کی کفالت بھی کرتی ہے، دنیا میں اتنا بڑا غیر سرکاری فلاحی نظام کہیں بھی نہیں ہے، اس حقیقت سے بھی کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ پاکستان کا شمار دنیا کے انتہائی غریب ملکوں میں ہوتا ہے جہاں ملک کی ۴۰ فیصد آبادی خط غربت سے نیچے زندگی گزارتی ہے، لوگوں کی اکثریت کے پاس اپنے بچوں کی پرورش اور تعلیم و تربیت کے لیے بنیادی وسائل نہیں ہیں، یہ دینی مدارس ان غریبوں کے بچوں کا واحد سہارا ہیں جہاں انہیں مفت تعلیم کے ساتھ ساتھ روٹی بھی ملتی ہے۔ ایک اندازے کے مطابق ۳۵ تا ۴۰ لاکھ بچے اور نوجوان ان مدارس میں زیر کفالت ہیں ذرا اس بات کا تصور کیا جائے کہ اگر دینی مدارس نہ ہوتے تو ان بچوں اور نوجوانوں کا کیا ہوتا اور پاکستان کے سماجی حالات کس قدر گھمبیر ہوتے، ان مدارس نے حکومت کا بہت بڑا بوجھ ہلکا کیا ہوا ہے، یہ بات آسان نہیں ہے کہ مدارس کو یکدم ختم کر دیا جائے اور دنیا کے سب سے بڑے اس فلاحی نظام کی خدمات سے انکار کر دیا جائے، یہ نظام نہ اچانک بنا ہے اور نہ ہی اچانک ختم ہو سکتا ہے کیونکہ اس کے خاتمے سے پاکستان کا معاشرتی توازن بگڑ سکتا ہے۔

آج کل پاکستان میں ''این جی اوازم'' کی ترویج کے لیے زبردست حوصلہ افزائی کی جا رہی ہے، بعض حلقے تو یہ بھی کہتے ہیں کہ پاکستان کا اصل اقتدار این جی اوز کو منتقل ہو گیا ہے مغربی ممالک این جی او کی بہت مدد کر رہے ہیں اس شعبے میں دولت کا اس قدر بہاؤ ہے کہ وطن عزیز کا ہر اسمارٹ شخص کوئی نہ کوئی این جی او بنا لیتا ہے، اس کی بنیاد پر وہ نہ صرف پیسہ کماتا ہے بلکہ اقتدار کی راہداریوں میں بھی داخل ہو جاتا ہے ہماری حکمراں اسٹیبلشمنٹ بھی اس این جی اوازم میں پوری طرح ملوث ہے، ان غیر سرکاری تنظیموں نے پاکستان کے عوام کی حالت بدلنے میں کیا کردار ادا کیا وہ سب کے سامنے ہے، بڑے بڑے ہوٹلوں میں سیمینارز، ورکشاپس اور مذاکرے منعقد ہوتے ہیں جن میں پڑھے جانے والے مقالوں میں پاکستان کے انتہائی سنگین مسائل ایک ہی نشست میں حل کر دیئے جاتے ہیں، ان تقریبات میں بڑی بڑی بیگمات اور انگریزی بولنے والے بابو شریک ہوتے ہیں، کہیں کیٹ واک ہو رہی ہوتی ہے اور کہیں رقص و موسیقی کی محفلیں منعقد ہوتی ہیں، بڑی بڑی تقریروں کے بعد کھانا پینا ہوتا ہے اور لوگ گھروں کو چلے جاتے ہیں، ان تقریبات کو تعلقات میں وسعت

کا ذریعہ بنایا جاتا ہے اور سرکاری منصوبوں میں این جی اوز کے عمل دخل کی راہ ہموار کی جاتی ہے، جواز یہ بنایا جاتا ہے کہ سرکاری افسران کرپٹ ہیں لہٰذا عوامی فلاح و بہبود کے کام این جی اوز کو کرنے چاہئیں، نتیجتاً اہم حکومتی عہدے حاصل کر لیے جاتے ہیں، عوام کو اس پورے عمل سے کیا ملتا ہے اس بات کی کسی کو پروا نہیں ہے اور نہ ہی کسی نے آج تک اس بات کا حساب کیا ہے کہ این جی اوز کو جو رقم ملتی ہے وہ کہاں گئی۔

اصل خدمت یہ دینی مدارس کر رہے ہیں جنھیں زبردست تنقید کا نشانہ بنایا جا رہا ہے، لاکھوں بچوں اور نوجوانوں کی کفالت کا اتنا مربوط اور مستحکم نظام اور کہیں نہیں ہے، یہ دینی مدارس عوام کے عطیات اور مخیر حضرات کے تعاون سے چلتے ہیں، اس کا مطلب یہ ہے کہ اس فلاحی پروگرام کو مرتب کرنے والے خود پاکستان کے لوگ ہیں اور یہ پاکستان جیسے غریب ملک کی سماجی ضرورت ہے یہ بھی کہا جاتا ہے کہ بعض دینی مدارس کو غیر ملکی امداد بھی ملتی ہے لیکن اس کے منفی نہیں بلکہ مثبت پہلو پر سوچنا چاہیے کہ لاکھوں بچوں کی کفالت تو ہو رہی ہے اور یہ ایسا ٹھوس فلاحی کام ہے جو نظر آتا ہے۔ راقم خود بھی ایک دینی مدرسے کے ساتھ اپنی حیثیت سے تعاون کرتا ہے اور اس کے معاملات کی نگرانی بھی کرتا ہے، اس مدرسے میں دینی تعلیم کے علاوہ کچھ نہیں ہوتا، نہ تو وہاں فرقہ واریت کی تبلیغ کی جاتی ہے اور نہ دہشت گردی کا درس دیا جاتا ہے، اکثر مدارس نیک جذبے کے تحت کام کرتے ہیں، سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ دینی مدارس میں جدید تعلیم کیوں نہیں دی جاتی ہیں؟ دینی مدارس جدید تعلیم کے مخالف نہیں ہیں اب زیادہ تر مدارس میں کمپیوٹر اور سائنس کی تعلیم بھی دی جا رہی ہے، وہ نصاب میں بہتری کے لیے حکومت کے ساتھ تعاون کے لیے بھی تیار ہیں بشرطیکہ حکومت اس طرف سنجیدگی سے توجہ دے۔ مدارس پر ایک الزام یہ بھی عائد کیا جاتا ہے کہ یہ دہشت گردی اور انتہا پسندی کے مراکز ہیں، اس الزام میں کوئی حقیقت نہیں ہے سرکاری تعلیمی اداروں میں تشدد اور گڑبڑ کے واقعات تو ہوتے رہتے ہیں، دینی مدارس میں اس طرح کے کوئی واقعات نہیں ہوتے۔ سرکاری تعلیمی اداروں میں رینجرز اور پیرا ملٹری فورسز کا کنٹرول ہوتا ہے، دینی مدارس میں ایسی کوئی بات نہیں دہشت گردی میں اگر کچھ عناصر ملوث ہیں تو اس میں مختلف حکومتوں کی غلط پالیسیوں کا عمل دخل ہے جنھوں نے نام نہاد مذہبی گروہ بنا کر انہیں اپنے مقاصد کے لیے استعمال کیا، دینی مدارس کا ان سے کوئی تعلق نہیں ہے، زبردست کوششوں کے باوجود اس بات کا ثبوت نہیں مل سکا ہے کہ کسی مدرسے میں مسلح تربیت دی جاتی ہے پھر ان پر اس طرح کے الزامات لگانا درست نہیں، ان مدارس نے بڑے بڑے علما پیدا کیے جن کا معاشرے میں بہت احترام کیا جاتا ہے، ان مدارس کا ماحول انتہائی پرسکون اور پرامن ہے، پاکستان کے لوگ بھی ان مدارس کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، لہٰذا ان کے بارے میں اصل حقائق بتاتے ہوئے شرمانا نہیں چاہیے۔

(بشکریہ روزنامہ جنگ)

☆☆☆